اردو اسکالرس کی دنیا

International Refereed Journal for Urdu Literature

EISSN: 2320-8910, ISSN: 2320-5369

Volume VIII Special Issue February 2020

URDU SCHOLARS KI DUNIYA-IRJU

IMPACT FACTOR: 0.383

INDEXING:

Cosmos Impact Factor-Berlin Brandenburg, Kleinmachnow- Germany
Ulrich's Web- Global Series Directory, USA
Directory of Research Journals Indexing, India
Open J- Gate, India
Pub_Res_ (International Research Library)
Yumpu-Gewerbestrasse-Diepoldsau- Switzerland

MAAZ PUBLICATIONS ▪ Malegaon ▪ MAHARASHTRA ▪ INDIA

30	حسرت موہانی کا سیاسی شعور مولانی شاہنواز شکیل: پونے۔ مہاراشٹر۔انڈیا	112-121
31	حسرت موہانی کی سیاسی زندگی ایک جائزہ ڈاکٹر سلمٰی عبدالستار: شعبہ سیاست، جے اے ٹی کالج (فور وومن)، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر۔انڈیا	122-126
32	آپ بیتی "مولانا حسرت موہانی": ایک جائزہ ڈاکٹر حمیرہ: جے اے ٹی کالج (فور وومن)، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر۔انڈیا	127-128
33	حسرت موہانی کی شاعری سعدیہ محمد فاروق: اسسٹنٹ پروفیسر، جے اے ٹی ہارون انصاری گرلس کالج آف ایجوکیشن، مالیگاؤں، ناسک	129-133
34	حسرت موہانی کی نعت گوئی ڈاکٹر خان رومانہ: جے اے ٹی کالج (فور وومن)، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر۔انڈیا	134-138
35	حسرت موہانی کی سیاسی زندگی پروفیسر سعدیہ پروین نہال احمد: شعبہ اردو، ایم ایس جی کالج، مالیگاؤں۔ناسک۔ مہاراشٹر۔انڈیا	139-145
36	حسرت کی شاعری مختصر تقابل غالب وشاد ڈاکٹر انصاری شگفتہ: اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سٹی کالج، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر۔انڈیا	146-149
37	مولانا حسرت موہانی: درویشی وانقلاب کا مسلک انصاری صفیہ شبیر احمد: جے اے ٹی کالج (فور وومن)، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر۔انڈیا	150-152
38	حسرت موہانی ایک ہمہ جہت شخصیت پروفیسر وسیم محمد فاروق: جے اے ٹی جونئیر کالج آف ایجوکیشن، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹر۔انڈیا	153-157
39	حسرت موہانی کے علمی، ادبی اور عملی کارنامے بلال احمد ڈار: ریسرچ اسکالر، شعبہ اردو، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدر آباد۔انڈیا	158-162

حسرت موہانی کی سیاسی زندگی

پروفیسر سعدیہ پروین نہال احمد
شعبۂ: اُردو۔ فارسی ، ایم۔ ایس۔ جی کالج مالیگاؤں (ناسک)

تمہید:

سرزمین ہندوستان پر الگ الگ دور میں کئی راجاؤں اور حکیموں کا تسلط رہا ہے۔ مغل بادشاہوں کے دور حکومت میں انگریز ہندوستان آئے اور بہادر شاہ ظفر کے عہد تک قریب قریب مکمل ہندوستان پر قابض ہو گئے۔ حکومت برطانیہ کا ہندوستان میں نہ صرف پرچم بلند تھا بلکہ یہاں کا بیش قیمتی سرمایہ بھی برآمد کیا جا رہا تھا۔ اتنا ہی نہیں ہندوستانی باشندوں کو بھی حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا تھا۔ ہندوستانیوں کو کالے اور جاہل جیسے القاب دیئے جانے لگے تھے۔ ایسے ہی پرآشوب دور پرفتن اور میں ۱۸۷۸ء میں اودھ کے قصبہ موہان میں فضل الحسن حسرت پیدا ہوئے۔

حیات وسیرت حسرت:۔

حسرت موہانی کے حالات زندگی پر ہم نظر ڈالیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ شروع سے ہی باغی تھے۔ ان کا پورا نام سیّد فضل الحسن اور تخلص حسرت ہے۔ والد کا نام سیّد ازہر حسن تھا۔ والد اپنی جاگیر کے انتظامات کی وجہ سے ضلع فتح پور میں رہا کرتے تھے لیکن حسرت کی والدہ اپنے بچوں کے ساتھ موہان ہی میں رہتی تھیں۔ اسطرح حسرت نے اپنا لڑکپن کا زمانہ اپنی نانی کے مکان میں اپنی ماں، بہن اور بھائیوں کے ساتھ گذارا۔ اس وجہ سے حسرت کی شخصیت کی تشکیل میں ان کی والدہ اور نانی کا بڑا ہاتھ تھا۔ مذہبی ماحول ہونے کی وجہ سے حسرت زندگی بھر سختی سے مذہب پر کار بند رہتے تھے۔ بچپن ہی سے صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ لڑکپن بھی عام بچوں کی طرح کھیل کود میں گزرا۔ کہانیاں سننے کا بھی شوق تھا اور ایسی کہانیاں جس میں لڑائیوں کا ذکر زیادہ ہوتا تھا وہ بہت پسند کیا کرتے تھے۔

علی گڑھ کالج میں بھی تعلیم کے دوران وہ ہر سرگرمی میں برابر حصہ لیا کرتے تھے۔ کالج کے جتنے اعزاز تھے وہ حسرت کو حاصل تھے۔ انجمن اردوئے معلّی کے معتمد، یونین کے سیکریٹری اور فوڈ مانیٹر بھی تھے۔ علی گڑھ سے گریجویٹ ہونے کے بعد ''انجمن اردوئے معلّی'' کے ناظم مقرر ہوئے۔ حسرت کو وکٹوریہ کالج گوالیار میں ریاضی اور عربی کے پروفیسر کی حیثیت سے بلایا گیا لیکن انہوں نے نوکری کو پسند نہیں کیا اور ملازمت کی بجائے قوم کی خدمت اور اردو ادب کے فروغ کو اپنا نصب العین بنایا اور جولائی ۱۹۰۳ء سے ''اردوئے معلّی'' کی خدمت شروع کردی جو ایک ادبی اور سیاسی جریدہ تھا۔

حسرت موہانی کی شخصیت جامع الصفات تھی وہ ایک مفکر، مدبر، مصنف، بلند آہنگ، خطیب، عظیم مجاہد آزادی، بیباک و بے خوف صحافی اور زیرک سیاستداں ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلم الثبوت شاعر بھی تھے۔ مولانا حسرت موہانی تمام ہندوستانی مسلمانوں میں پہلے مسلم سیاسی قیدی تھے اور بال گنگادھر تلک کے بعد سب ہندوستانیوں میں دوسرے سیاسی قیدی تھے۔ ان کے پیروں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی گئیں اور روزانہ ایک من گیہوں چکی میں پیسنے کی سزا دی گئی لیکن کوئی ان کے خیالات کو بیڑیاں نہ پہنا سکا وہ چکی بھی پیستے ہیں اور جب طبیعت زیادہ مچلتی ہے تو دل کو اس طرح بہلاتے ہیں۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی

ہرچند ہے دل شیدا حریت کامل کا
منظور دعا لیکن ہے قید محبت بھی

حسرت موہانی نے بلاشبہ ادب اور سیاست دونوں میں عظیم الشان کارنامے انجام دیے ہیں انہوں نے اپنی غزلوں کو وقت اور ماحول سے آہنگ کیا حسرت کے متعلق ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

"حسرت نے انسانی زندگی کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔فطرت کے سارے اسرار ورموز ان پر بے نقاب تھے۔ انہوں نے زندگی کے ہر پہلو کو بہت قریب سے دیکھا تھا اور اس کی نوعیت صرف نظریاتی نہیں تھی عملی طور پر وہ اس میں شریک بھی ہوئے تھے۔ ہر شعبے کا انہیں تجربہ تھا، زندگی اور اس کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ مختلف علوم اور ادبیات کا مطالعہ حسرت نے گہرائی کے ساتھ کیا تھا۔ اس میں بھی بڑی وسعت تھی، وہ ہر علم پر حاوی ہونے کی کوشش کرتے تھے اور ادب و شعر کا ذوق اور اس کے مطالعہ کا شوق گویا ان کی گھٹی میں پڑا تھا"

(پروازِ ادب۔ ستمبر۔ اکتوبر ۲۰۱۵ء۔ صفحہ ۰

مولانا حسرت ارض ہمالہ کے ان سورماؤں میں سے تھے جنہوں نے اپنی ساری زندگی اصول اور سادگی کے ساتھ گزاری۔ ان کی زندگی میں بعض اوقات ایسے بھی آئے جب انہیں چنے چبا کر اور بوریہ و چٹائی بچھا کر زندگی گزارنی پڑی لیکن ماتھے پر کبھی شکن نہیں آئی۔ وہ معمولی کپڑے پہنتے تھے وہ ایک فقیر منش انسان تھے جن پر سادہ رہنا اور اونچا سوچنا صحیح طور سے صادق آتا ہے۔ مولانا کے اندازِ حیات اور شخصیت نے مفلسی ونا داری کا سر ہمیشہ اونچا رکھا۔ ان کی زندگی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ دولت وثروت، سیم وزر کا ہی بول بالا نہیں ہوتا۔ سرمایہ علم وفضل اور سرمایہ کردار ہی سب سے بڑا سرمایہ اور حاصل حیات ہے۔ مصائب وآلام کے دور آئے، مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، بدیسی حکومت کے غیض وغضب کے بادل گرجے اور برسے، غلامی کے ہزار طوفان اٹھے لیکن یہ سب حسرت کے ایمان اور ان کے اصول وعقائد کو ہلا نہ سکے۔

حسرت موہانی پیکر اخلاق ووفا تھے۔ ملک وملت کے خادم تھے۔ سرفروش مجاہد، بے غرض اور سچے مسلمان تھے۔ یقین محکم اور عمل پیہم مولانا کا خصوصی کردار تھا وہ مذہب کے نام پر انسانوں کی تقسیم کرنے کے قائل نہ تھے بلکہ عالمی بھائی چارے اور عالمی انسانیت کے مبلغ تھے۔ حسرت کی زندگی کئی جگہ بٹی ہوئی تھی لیکن انہوں نے سیاست، مذہب اور شاعری کو الگ الگ خانوں میں بند رکھا تھا آپس میں ان کا تصادم کبھی نہیں ہوا۔

آیئے! جائزہ لیتے ہیں حسرت کی سیاسی زندگی کا۔۔۔۔

حسرت کی سیاسی زندگی:

حسرت کی سیاست کی بنیاد ہندوستانی قومیت اور اتحادِ اسلامی پر مبنی تھی وہ ہندوستان کی مکمل آزادی کے علمبردار تھے۔ اسی کے ساتھ مسلمانوں کی ایک عالمی تنظیم قائم کرنا چاہتے تھے حسرت کے خیال میں ہندوستانی قومیت کا تصور بغیر ہندو مسلم اتحاد کے ممکن نہیں۔

حسرت موہانی خطبہ صدارت بہ اجلاس جمیعۃ العلماء صوبہ متحدہ میں فرماتے ہیں.......

"ہندوستان کے متعلق میرے سیاسی نصب العین کا حال سب کو معلوم ہے کہ میں آزادئ کامل سے کم کی چیز کو کسی حالت میں منظور نہیں کرسکتا اور آزادئ کامل بھی وہ جس کا دستور اساسی امریکہ یا روس کی مانند آزادی طور پر جمہوری ترکیبی اور مرکزی ہو اور جس میں اسلامی اقلیت کے تحفظ کا پورا سامان بھی بہ صراحت موجود ہو۔"

(اردوئے معلیٰ جولائی۔ اگست ۱۹۳۱ء)

حسرت کی زندگی کے مختلف سیاسی پہلو:۔

۱) کانگریس سے کنارہ کشی:۔

بلاشبہ حسرت نے ہی سب سے پہلے آزادی کامل کا مطالبہ کیا وہ بھی اس وقت جب مہاتما گاندھی جیسے رہنما بھی یہ کردار پیش کرتے ہوئے گھبراتے تھے ''ترک موالات'' کا راستہ بھی حسرت نے ہی دکھایا جس کا اعتراف خود گاندھی جی نے بھی اپنی سوانح حیات ''The story of my experiments with truth'' میں کیا ہے

حسرت مہاتما گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد یا اہنسا پر کبھی ایمان نہ لا سکے اہنسا کے متعلق خود کہتے ہیں.......

جسے کہتے ہیں اہنسا ایک اصول خودکشی تھا
عمل اس پہ کوئی کہتا، نہ کبھی عوام کرتے

سیاست کی مناسبت سے حسرت کی طبیعت بالکل مختلف تھی کیونکہ سیاست میں قدم قدم پر کبھی حالات کے مطابق مطالبات کو بڑھا چڑھا کر پیش کئے جاتے ہیں اور کبھی دب کر سمجھوتا اور اپنے پروگراموں میں تبدیلی کرنا پڑتی ہے مگر حسرت مصلحت پسندی کے قائل نہ تھے یہی وجہ تھی کہ جب تک وہ کانگریس میں رہے گاندھی جی سے بدظن رہے اور جب مسلم لیگ میں آئے تو محمد علی جناح جیسے سیاست داں کی مخالفت کرتے رہے حسرت کے سیاسی نظریات اور سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر علی گڑھ کے ارباب ان سے سخت ناراض رہنے لگے۔ علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود حسرت نے علی گڑھ تحریک کی مخالفت کی اور کانگریس میں شامل ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں کانگریس میں دو گروہ تھے ایک اعتدال پسند گروہ اور دوسرا انتہا پسند گروہ حسرت انتہا پسند گروہ کے حامی تھے اور بال گنگادھر تلک کو اپنا سیاسی پیشوا مانتے تھے سن ۱۹۰۴ء سے ۱۹۰۷ء تک کانگریس کے ہر اجلاس میں شریک ہوتے رہے۔

۱۹۰۷ء میں اعتدال پسند گروہ اور انتہا پسند گروہ کے درمیان اختلافات مزید بڑھ گئے اور گنگادھر تلک مع اپنے گروہ کے کانگریس سے علیحدہ ہو گئے اور حسرت بھی ان کے ساتھ ساتھ کانگریس سے کنارہ کش ہو گئے

۲) اردوئے معلی:۔

جولائی ۱۹۰۳ء میں حسرت نے نیم ادبی اور نیم سیاسی اخبار 'اردوئے معلی' کے نام سے ۲۲×۱۸ سائز کا ۴۸ صفحات پر مشتمل ماہنامہ رسالہ جاری کیا۔ سائز ہمیشہ یہی رہی لیکن صفحات میں کمی بیشی ہوتی رہی اور اسی کے ساتھ جنگ آزادی کے آتشیں میدان میں بھی کود پڑے اردوئے معلی تین بار جاری ہوا اور تین بار بند ہوا۔ حسرت موہانی بھی تین بار جیل گئے انھیں چھ سال کی قید کی سزا سنائی گئی اس طرح اردوئے معلی کو ادوار کے اعتبار سے تین دور میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

- دورِ اوّل: جولائی ۱۹۰۳ء سے مئی ۱۹۰۸ء تک
- دورِ دوّم: اکتوبر ۱۹۰۳ء سے اپریل ۱۹۱۳ء تک
- دورِ سوم: جنوری ۱۹۲۵ء سے مارچ ۱۹۴۲ء تک

دورِ اوّل میں اردوئے معلی پانچ سال تک جاری رہا۔ ۱۹۰۸ء میں اقبال سہیل کا مضمون ''مصر میں برطانیہ کی پالیسی'' شائع ہوا۔ اس میں مضمون نگار کا نام نہیں تھا۔ انگریزی حکومت کی نظر میں یہ قابل اعتراض مضمون ہوا۔ لہٰذا مقدمہ چلا۔ اور مدیر اردوئے معلی کو دو سال کی سزا اور پانچ سو روپے جرمانہ ہوا۔

بقول سید سلیمان ندوی:

''مضمون حسرت کا نہ تھا، مگر مقدمہ قائم ہونے پر حسرت نے اسے خود اوڑھ لیا اور باوجود اصرار کے لکھنے والے کا نام نہیں بتایا۔''
(حوالہ: کتاب: حسرت موہانی۔ صفحہ ۱۴)

پریل ۱۹۱۳ء کو برطانوی حکومت نے اردوئے معلیٰ میں قابل اعتراض مواد شائع کرنے پر ۳۰۰۰ جرمانہ عائد کیا۔ عدم ادائیگی کی صورت میں حسرت کو جیل جانا پڑا۔

بقول اختر حسن:

"۲۲راپریل ۱۹۲۲ء کو حسرت تیسری بار گرفتار ہوئے۔ دو سال کی قید ہوئی۔ لیکن معیاد ختم ہونے سے پہلے ہی رہا ہو گئے۔"

(حوالہ: کتاب: حسرت موہانی۔ صفحہ ۴۹)

جیل میں ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا۔ چکی سے گیہوں پسوایا جاتا تھا۔ اور کنویں سے پانی کھینچنا پڑتا تھا۔ اگر چہ وہ سیاسی قیدی تھے لیکن جرائم پیشہ قیدیوں سے بھی بدتر سلوک ان کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ ایام اسیری میں انھوں نے ۳۷ ۳غزلیں قلم بند کیں۔ وہ خود کہتے ہیں........

"کٹ گیا قید میں ماہِ رمضان بھی حسرت
گرچہ سامان سحر کا تھا نہ افطاری کا"

اردوئے معلیٰ کے علاوہ حسرت نے سہ ماہی جریدہ "تذکرۃ الشعراء" اور اخبار "مستقل" جاری کیا۔

۳) سودیشی اسٹور:۔

حسرت موہانی نے اردوئے معلیٰ کے اجراء کے ایک سال بعد ۱۹۰۴ء سے ہی عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں سودیشی تحریک کو اسطرح اپنایا کہ کپڑوں کا سودیشی اسٹور قائم کیا۔ حسرت کے خیال میں سودیشی تحریک مانچسٹر اور لیور پول کے موٹے موٹے مل مالکان کو تباہ کر سکتی ہے۔ اور یہ تحریک برطانیہ کی تجارت کو تھوڑے ہی دنوں میں متزلزل کر سکتی ہے۔ چنانچہ حسرت نے سب سے پہلے اپنی ذات اور اپنے گھر سے سودیشی تحریک کی تبلیغ شروع کی۔

۱۹۱۳ء میں حسرت نے "موہانی سودیشی اسٹور" کے نام سے علی گڑھ کے محلہ رسل گنج میں ایک سودیشی اسٹور قائم کیا اور ۱۹۲۰ء میں کانپور میں سکونت اختیار کی تو وہاں بھی ایک سودیشی اسٹور قائم کیا۔ رفتہ رفتہ "موہانی جنرل اسٹور" "موہانی سودیشی اسٹور" میں تبدیل ہو گیا۔ جسے دیکھ کر شبلی نعمانی نے فرمایا کہ:

"مولانا تم آدمی ہو یا جن، پہلے شاعر تھے پھر پالیٹیشین بنے اور اب بنیئے ہو گئے" (حوالہ: کتاب کا نام: نثری داستانوں کا سفر۔ صفحہ ۱۳۴)

۴) سیّدالاحرار:۔

اگست ۱۹۱۳ء میں کانپور میونسپلٹی نے انگریز گورنر کی شہ پر مسٹن روڈ پر واقع مسجد مچھلی بازار کے ایک حصے کو منہدم کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ نہتے مسلمانوں پر اندھا دھند فائرنگ بھی کی۔ جس میں سینکڑوں مرد، عورتیں اور معصوم بچے شہید ہوئے۔ مولانا حسرت موہانی نے حکومت کے اس ظلم و جبر سے شدید طور پر مغموم ہو کر گنیش شنکر ودیارتھی اور ملک کے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ مل کر مجلس احرار کی بنیاد ڈالی۔ اور اسی کے ساتھ انہیں "سیدالاحرار" کہا جانے لگا۔

غیر ممکن ہے ہم سے طاعت غیر
اے جفا کار، اے غریب آزار
ہم قول کے صادق ہیں اگر جاں بھی جاتی
واللہ کبھی خدمت انگریز نہ کرتے

۱۹۱۵ء میں حسرت موہانی کانگریس اور مسلم لیگ سے قریب ہوئے۔ چنانچہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۵ء کو بمبئی میں منعقد ہوئے مسلم لیگ کے ۸ ویں اجلاس میں مولانا نے شرکت کی جو مولانا مظہر الحق کی صدارت میں ہوا تھا۔

۱۹۱۶ء میں ۸/اپریل کولکھنؤ میں منعقد مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن کمیٹی میں شرکت کی اور حکومت کے رویے پر کڑی نکتہ چینی کی۔ چنانچہ حکومت کی جانب سے نظر بندی کا حکم جاری ہوا۔

حسرت موہانی جلیان والاباغ قتل عام کے بعد اور تحریکِ خلافت کے آغاز ۱۹۱۹ء میں گاندھی جی کے ساتھ ایک اسٹیج پر نظر آئے۔ انھوں نے ۱۹۲۱ء میں کانگریس کے اجلاس میں مکمل آزادی کی تحریک کی تجویز بھی رکھی اور اسی تجویز کو لاہور اجلاس مین پنڈت نہرو نے اکثریتِ رائے سے منظور بھی کروالیا۔

۱۹۲۵ء میں کمیونسٹ پارٹی کا پہلا اجلاس ہوا۔ جس کے صدر استقبالیہ حسرت موہانی تھے۔ انہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا تھا کہ:

''ہم لوگ تشدد کو صرف ضرورت و مصلحت کی بناء پر جائز سمجھتے ہیں اور مہاتما گاندھی کی طرح اس کو ہر حالت میں قرار نہیں دیتے۔''

(اردوئے معلی)، جون ۱۹۲۹ء صفحہ ۶۰۷) انہوں نے احتجاجاً کہا:

گاندھی کی طرح کاتیں گے کیوں بیٹھ کر چرخا
لینن کی طرح دیں گے نہ دنیا کہ ہلا ہم

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ۱۹۱۷ء میں روس میں تاریخ کا سب سے بڑا انقلاب رونما ہوا۔ لینن کی قیادت میں وہاں کی عوام نے اپنے ملک سے جاگیر داری اور سرمایہ داری کو اکھاڑ پھینکا۔ اس انقلاب کا اثر ساری دنیا پر پڑا۔ اور ہندوستان میں بھی اس کے جھٹکے محسوس کیے جانے لگے۔ اور حسرت بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ چنانچہ انہوں نے مندرجۂ بالا شعر ہندوستانیوں کو حوصلہ دلانے کے لیے لینن کے حوالے سے کہا۔

۱۹۲۶ء میں اشتراکی نظام کی تائید پر مشتمل اُن کا تاریخی خطبہ اُردوئے معلیٰ کے مئی کے شمارے میں شائع ہوا۔

۵) ''مستقل'' اخبار:۔

۱۹۲۷ء میں حسرت موہانی نے کمیونسٹ پارٹی سے روپوشی اختیار کرلی۔ اور ۱۹۲۸ء میں ''مستقل'' کے نام سے ایک روزنامہ کانپور سے جاری کیا جو آئندہ سال دوروزہ، پھر سہ روزہ اور بعد میں ہفتہ روزہ ہو گیا۔

۲۰/اگست ۱۹۲۸ء کو مولانا نے ایک اخباری بیان میں ''نہرو رپورٹ'' پر بھی تنقید کی۔ ۳۱/دسمبر ۱۹۲۸ء کو مُسلم کانفرنس کا قیام عمل میں آیا جسے مولانا کی بھرپور حمایت حاصل رہی۔ ۱۹۲۹ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں مولانا نے ایک مبصر کی حیثیت سے شرکت کی۔ اسی سال ۳۱/دسمبر کو مُسلم کانفرنس کا اجلاس لاہور میں ہوا جس میں 'ڈومینن اسٹیٹس' کی حمایت کی گئی۔ قرارداد کو مولانا محمد علی جوہر نے مرتب کیا تھا اور سر عبدالقادر نے اس کی تائید کی تھی۔ مولانا حسرت موہانی اس ناقص آزادی کی قرارداد سے سخت ناراض ہوئے۔

۱۹۳۰ء میں ۱۹ جنوری کو کانپور میں منعقدہ جلسۂ عام میں مولانا حسرت نے مسلمانوں سے تحریکِ آزادی کی مخالفت نہ کرنے کی اپیل کی۔

۲۰/جنوری ۱۹۳۰ء کے ''مستقل'' کے اداریہ میں ایک مضمون ''مُسلم کانفرنس کی بے راہ روی'' کے عنوان سے تحریر کیا جس میں ناقص آزادی کے معاملے سے متعلق اپنے غم و غصے کا اظہار کیا تھا۔ لوکمانیہ تلک کے بعد مولانا حسرت موہانی، اربندو گھوش کی بے پناہ عزت کرتے تھے۔ وہ اپنے اخبار ''مستقل'' مورخہ ۳/فروری ۱۹۳۰ء میں ان کی پانڈیچری میں جلاوطنی سے متعلق روداد قلم بند کرتے ہیں۔

۱۲/نومبر ۱۹۳۰ء کو لندن میں گول میز کانفرنس کا پہلا اجلاس شروع ہوا جس کا افتتاح شہنشاہ جارج پنجم نے کیا۔ دوسرا اجلاس ۷/نومبر کو ہوا۔ مولانا نے اس کی تفصیل اپنے اخبار ''مستقل'' میں تنقیدی نوٹ کے ساتھ شائع کی۔ اپریل ۱۹۳۳ء سے ہفتہ وار 'مستقل' نے ماہنامہ کی شکل اختیار کرلی۔

۱۹۳۵ء کے اوائل سال میں شیخ مشیر حسن قدوائی، مولانا آزاد سبحانی، سیّد ذاکر علی اور سیّد حسن ریاض کے ساتھ مل کر مولانا حسرت نے ایک آزاد پارٹی بنائی جسکا مقصد مکمل آزادی کے لئے ہندوؤں، مسلمانوں اور دیگر قوموں کے درمیان اشتراکِ عمل اور باہمی تعاون کی فضا پیدا کرنا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں ترقی

پسند مصنفین کی پہلی کل ہند کانفرنس لکھنؤ کے تاریخی ''رفاہِ عام'' ہال میں منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا نے ادبی مسائل سے متعلق قابلِ قدر مشورے دیتے ہوئے کہا تھا کہ:

''ہمارے ادب کو............سامراجیوں اور ظلم کرنے والے امیروں کی مخالفت کرنا چاہیے........جدید ادب کو سوشلزم بلکہ کمیونزم کی بھی تلقین کرنا چاہیے۔''

اسی سال سے ماہنامہ ''مستقل'' اُردوئے معلّی کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہونے لگا۔ ۱۵ سے ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۷ء میں لکھنؤ میں مُسلم لیگ کا پچیسواں اجلاس بہ صدارت محمد علی جناح منعقد ہوا۔ جسمیں مولانا حسرت موہانی نے پھر آزادیٔ کامل کی تجویز پیش کی۔ جو بالاتفاق رائے منظور ہوئی۔ ۱۹۳۸ء میں مُسلم لیگ اور خلافت کمیٹی کے مشترکہ وفد کے سرگرم رُکن کی حیثیت سے قاہرہ (مصر) کی فلسطین کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اسی سال مولانا وزیرِ ہند سے ملنے لندن گئے۔ اور وہاں انہوں نے وزیرِ ہند سے ملکی مسائل پر تفصیلی گفتگو کی۔ پارلیمینٹ کے ارکان کے سامنے ہندوستانی مسلمانوں کی کسمپرسی بیان کی اور اپنی صدارت میں ایک انڈین فلم سینٹر قائم کیا۔ ۱۹۴۲ء میں مُسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الٰہ آباد میں منعقد ہوا تو مولانا کو اندیشہ ہوا کہ کہیں محمد علی جناح سر اسٹیفرڈ کرپس کی پیشکش درجہ نو آبادیات پر راضی نہ ہو جائیں۔ اسی اندیشے کے تحت مولانا نے نہ صرف قائدِ اعظم کو نوٹس دیا بلکہ پچاس ہزار کے ہجوم میں تن تنہا مخالفت بھی کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں مُسلم لیگ کے ٹکٹ پر کانپور سے بھاری اکثریت کے ساتھ یو۔پی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور یو۔پی کے نمائندے کی حیثیت سے ہندوستان کے دستور ساز اسمبلی کے رکن بنائے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں ۹، ۱۰ر جون کو دہلی کے امپیریل ہوٹل میں آل انڈیا مُسلم لیگ کا اجلاس ہوا۔ جس میں مولانا شریک ہوئے۔ اُنھوں نے اس جلسے میں تقسیمِ بنگال اور پنجاب کی مخالفت کرتے ہوئے ہی بھی کہا کہ پاکستان کو ایک آزاد اور خود مختار جمہوریہ ہونا چاہیے۔ دولتِ مشترکہ کا رکن نہیں۔ اگلے دن محمد علی جناح نے مُسلم لیگ ارکان سے مجلس دستور ساز ہند میں شریک ہونے سے منع کر دیا۔ لیکن مولانا نے اُن کے اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا۔

دستور کی منظوری:۔

۲۶ر نومبر ۱۹۴۹ء کو ڈاکٹر راجندر پرساد (صدر دستور ساز اسمبلی) نے منظوری کے لئے دستور پیش کیا تو صرف مولانا کو چھوڑ کر سبھی نے ایوان میں مسّرت کے ساتھ حمایت کا اعلان کیا۔ ۲۴ر جنوری کو منظور شدہ دستور اسمبلی میں دستخط کے لئے پیش ہوا تو مولانا نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔
حسرت نے ہمیشہ پارلیمینٹ میں ہمیشہ اپنی بے باکی کا مظاہرہ کیا۔ بقولِ جمال میاں فرنگی محل:

''ہندوستانی پارلیمینٹ میں ایسا وقت بھی آیا ہے جب حسرت کے
علاوہ کوئی ممبر ایسا نہ تھا جو مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرے۔
جونا گڑھ اور حیدر آباد پر ہندوستانی افواج کے قبضہ کے بعد تنہا حسرت
نے ہی ایوانِ پارلیمینٹ میں وہ باتیں کہہ دیں جو کروڑوں مسلمانوں
کے دلوں میں تھیں لیکن کسی کو بھی جرءت اظہار نہ تھی۔''

سردار پٹیل کے انتہائی عروج کے زمانے میں ایک بار سردار پٹیل کو مخاطب ہو کر کہا تھا:

''تم نے وہی کام کیا جو ہیسٹنگز، ویلزلی اور کلائیو نے کیا تھا۔
تم نے اپنی طاقت اور فوجوں کے بل بوتے پر کمزور ریاستوں
کی آزادیاں چھینی ہیں۔ تمہارے محکمے پر خدا کی لعنت ہو۔''
(کلیاتِ حسرت، صفحہ ۴۷)

دراصل اس وقت کی کوئی جماعت ایسی نا تھی جس میں مولانا کا سرگرم حصّہ نا رہا ہو، کانگریس، تحریک جہاد (ریشمی رُومال کی تحریک)، مُسلم لیگ، انجمن خدام کعبہ، خلافتِ کانگریس، جمیعۃ العلماء وغیرہ ہر جماعت میں اپنی انتھک محنت، اخلاص اور استقلال سے کسی نا کسی اہم عہدے پر فائز بھی ہوئے، لیکن اصل مقصد کی راہ میں جہاں کوئی رکاوٹ محسوس ہوئی برملا اس کی مخالفت شروع کردی۔ اس معاملے میں زود حسی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ شاید ہی کوئی پلیٹ فارم ایسا بچا ہو جہاں مولانا نے اپنی سخت گیری کا مظاہرہ نہ کیا ہو۔ سیاسی جماعتوں اور ان کے رہنماؤں میں وقتی مصالحت کے تحت نرم روی اور نرم خوئی عام بات ہے لیکن مولانا کے مزاج کے یہ بالکل خلاف تھا۔ ہر ایسی جگہ اور ایسے مواقع پر مولانا کا ٹکراؤ بھی اتنا ہی لازمی تھا۔ وہ تنِ تنہا ہی احتجاج پر بضد ہو جاتے تھے۔ ان کو اس بات کا احساس بھی تھا۔ یہ شعر ان کا قال ہی نہیں بلکہ حال تھا۔

اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم
گھبرا گئے ہیں بے دلی مہرباں سے ہم

الغرض مجاہدِ آزادی حسرت موہانی نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا جو نعرہ بلند کیا تھا اسے حسرت نے اپنی زندگی میں ہی اپنے خواب کو شرمندہ تعبیر ہوتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو بھارت آزاد ہو گیا۔ اور حسرت نے بھی سکون کی سانس لی مگر حسرت ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ چنانچہ تاحیات ادب و معاشرے کے لئے کوشش کرتے رہے۔ ۱۹۵۱ء کو فرشتہ اجل کو لبیک کہتے ہوئے جانِ عزیز جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

کوئی یاد کرے نا کرے، چاہے آزادی کے اس انمول متوالے کی خدمات کو فراموش کردے لیکن شعر و صحافت کے آسمان پر حسرت آفتاب و مہتاب بن کر چمکتے رہینگے۔ اور جب تک 'انقلاب زندہ آباد' کا نعرہ فضاؤں میں گونجتا رہے گا حسرت کا نام زندہ و تابندہ رہے گا۔

علاوہ ازیں حسرت نے ہندوستان کی سیاست پر جو گہرے نقوش چھوڑے ہیں وہ بیش بہا ہیں وہ عمر بھر انگریزوں کی بالادستی کے خلاف رہے۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے کسی قسم کی کوئی بھی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا۔ انہوں نے تمام تر مصلحتوں، ذاتی اعتراضات اور ذاتی عیش و آرام کو تج کر ہمارے ہی عوام میں سامراج مخالفت رجحان کو جلا دینے پر اپنی زندگی کو نچھاور کردیا اور ہندوستان میں قومی یک جہتی کی شمعیں روشن کیں۔ حقیقت تو یہ ہیکہ حسرت موہانی کسی ایک شخص کا نام نہیں، ایک انقلابی تحریک کا نام ہے ایک ایسی 'تحریک جو ٹوٹ سکتی تھی مگر جھک نہیں سکتی تھی۔ وہ نا صرف ایک عظیم رہنما، بے باک و بے خوف صحافی، بہترین ادیب و صحیفہ نگار، مفکر و مدبر، بالغ نظر سیاست داں، بلند آہنگ خطیب، عظیم مجاہدِ آزادی، صوفی اور جید عالمِ دین ہی نا تھے بلکہ عظیم شاعر بھی تھے جو تغزل کے ساتھ حب الوطنی، جذبۂ حریت، تحریک آزادی کی حمایت اور پیغام عمل کی آئینہ دار ہیں۔ وہ غزل کو محض حسن و عشق کا ترجمان نہیں سمجھتے تھے بلکہ سیاسی حالات کو پیش کرنے کا ذریعہ بھی سمجھتے تھے۔ جیسے

اچھا ہے اہل جور کئے جائیں سختیاں
پھیلیں گی یوں ہی شورش حب وطن تمام

حواشی کتب:۔

۱) حسرت موہانی — مصنفہ: سلطانہ طلعت
۲) عظیم شاعر و مجاہد آزادی کامل: حسرت موہانی (پروازِ ادب ستمبر۔ اکتوبر ۲۰۱۵ء) — مضمون نگار: ڈاکٹر قسیم الدین محمد حنظلہ
۳) نثری داستانوں کا سفر — مصنف: ڈاکٹر صغیر افراہیم
۴) اُردوئے معلّی (جون ۱۹۲۹ء) — مصنف: حسرت موہانی
۵) ہمہ جہت شخصیت۔ مولانا حسرت موہانی (ایوان اُردو۔ دہلی ۔ مئی ۲۰۱۹ء) — مضمون نگار: مقبول وارثی
۶) کلیات حسرت موہانی — مکتبہ اشاعت اردو (دہلی)

Urdu Sahitya Academy Award 2016
(Maharashtra State)

JOURNAL INDEXED IN:

GIF GLOBAL IMPACT FACTOR

SIS Scientific Indexing Services

COSMOS IMPACT FACTOR

calaméo

Yumpu

OCLC WorldCat®

slideshare NEWSLETTER

BASE Bielefeld Academic Search Engine

ResearchGate

DocSlide